الستی شراب
مفسر اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن پیر طریقت، رہبر شریعت
علیہ الرحمۃ اللہ القوی
مُفتی مُحمّد فیض اَحمد اُویسی رضوی
www.FaizAhmedOwaisi.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِیۡنَ ﷺ

اَلَسْتی شراب

از

شمس المصنفین ،فقیہ الوقت ،فیضِ ملّت ،مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی نور اللہ مرقدہٗ

﴿پیش لفظ﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی فَضْلِہٖ وَاِحْسَانِہٖ، ''بزمِ فیضانِ اُویسیہ'' کا اشاعتی پروگرام کئی سالوں سے جاری ہے اور یہی آرزو حضور مفسرِ اعظم پاکستان، شیخ القرآن والحدیث، اُستاذ العرب والعجم، حضرت علامہ **مفتی محمد فیض احمد اُویسی** مدظلہ العالی کی ہے کہ اُن کی زیادہ سے زیادہ کتب اور رسائل زیورِ طباعت سے آراستہ ہو جائیں اور عوام الناس تک اُن کے پیغام کی رسائی ہو۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہر زمانہ میں کئی علمائے کرام کی کُتب شائع ہوئے بغیر ہی ناپید ہو جاتی ہیں۔ جس کے باعث تحاریر کا اصل مقصد، اصلاحِ عوام مفقود ہو جاتا ہے جیسا کہ زمانہ سابق میں امامِ اَہلسنّت اعلیٰحضرت **امام احمد رضا خان** فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے شمار کتابیں ایسی ہیں جن کا شائع ہونا تو کُجا ان کے مخطوطہ مسوّدے بھی اب موجود نہیں رہے۔ آہ صد آہ...... ! کاش ہم بے قدروں کے دلوں میں ان علمی گُہر پاروں کی قدر و منزلت اُجاگر ہو جائے۔ (آمین)

یہی مقصد لے کر ''**بزمِ فیضانِ اُویسیہ**'' نے میدانِ عمل میں قدم رکھا کہ حضور مفسرِ اعظم پاکستان مدظلہ العالی کی تحریر کردہ تقریباً ''**4000**'' کتب و رسائل جو بلاشبہ اہلسنّت و جماعت کا عظیم سرمایہ ہیں، کو احسن انداز میں شائع کر کے مسلمانوں تک پہنچائیں۔

زیرِ نظر رسالہ ''الستی شراب'' کی اشاعت بزمِ فیضانِ اُویسیہ کی ایک اور کاوش ہے اور سلسلۂ اشاعت کی ''**بتیسویں** (۳۲)'' کڑی ہے۔ مولا ل اسے اپنی بارگاہ میں مقبولیت کا شرف بخشے۔ مصنّف استاذی وسندی کو اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طُفیل صحت و عافیت کے ساتھ اجرِ عظیم عطا فرمائے کہ انہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ اس رسالہ کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

ناظمِ اعلیٰ

اسیرِ محبتِ اُویسی: نعمان احمد اُویسی قادری

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جونہایت رحم والامہربان

اے رب تعالیٰ! مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور میرے ہر کام میں ہدایت و رُشد نصیب کر۔ سب محامد وحمد اُس اللہ کے لئے ہیں جس کا وجود سب اشیاء پر سابق اور جس کا کرم اور بخشش سب اشیاء پر عام ہے۔ ایسی حمد جو اُس نے اپنی ذات کے لئے پسند فرمائی اور جو اس کی قدرت وسعت کی عزت کا تقاضا ہے اور درود بھیجے اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ پر جو مخلوق میں سب سے بہتر اور فضائل میں سب سے اکثر اور وسائلِ الٰہی میں سب سے اقرب ہیں اور آپ ﷺ کی آل پر جو دین کے ستارے ہیں اور آپ ﷺ کی پاک صفات بیبیوں پر جو اہلِ ایمان کی مائیں ہیں۔ ایسا درود جس کا سلسلہ منقطع نہ ہو اور جو کبھی ختم نہ ہو۔

وجۂ تالیف: بعض لوگوں نے جو میری صحبت میں رہے اور جنہیں صدقِ دل سے میری طرف میلان ہے مجھ سے فرمائش کی کہ میں اُن کے لئے اُس علم کے جو مخفی ہے کچھ رموز اور اس کے بھید کے جو محفوظ ہے کچھ اشارے لکھا دوں۔ ایسے رَموز واشارات جو نیک عملی اور حکمت کے پھل ہیں اور صرف اُنہیں کو حاصل ہوتے ہیں جو مجاہدات کے سمندر میں غوطہ لگاتے رہتے ہیں اور سوائے ان کے جو انوارِ مشاہدات سے پھل کھانے والے ہیں علیہم السلام اور کو نصیب نہیں ہوتے۔ یہ دل کے وہ پوشیدہ اسرار ہیں جو سوائے ریاضت کے اور کسی طرح ظاہر نہیں ہوتے اور ایسے انوار ہیں جن کی چمک عالمِ غیب سے آتی ہے اور سوائے ریاضت کرنے والوں کے قلوب کے اور کسی کے لئے منکشف نہیں ہوتی۔

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت وشان کے بارے میں کسی دھوکے میں ہیں وہی اس سے انکار کرتے اور پیچھے ہٹتے ہیں۔ اس کی سند میں یہ حدیث ہے یعنی ہمیں حافظ ابوجعفر نے خبر دی اُنہوں نے ابو صالح احمد بن عبدالکریم سے اُنہوں نے محمد بن حسین سے اُنہوں نے ابو حامد عبداللہ ہروی سے اُنہوں نے نصر بن حارث سے اُنہوں نے عبدالسلام بن صالح سے اُنہوں نے ابوسفیان بن عینیہ سے اُنہوں نے ابنِ جریج سے اُنہوں نے عطار سے اور اُنہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''علم میں ایک شئے ایسی ہے جس کی ہیئت پوشیدہ موتی کی طرح ہے۔ سوائے خاص علماء باللہ تعالیٰ کے اُسے کوئی اور نہیں جانتا۔ جب وہ اسے گفتگو میں لاتے ہیں تو سوائے ایسے لوگوں کے کوئی انکار نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دھوکے اور بے خبری میں پڑے ہوئے ہیں''۔

اسی لئے میں نے درخواست کرنے والوں کی استدعا قبول کی اور اللہ تعالیٰ سے درستی وصواب پر رہنے کی توفیق چاہتا

ہوں۔اس میں چند فصول ہیں۔فقیر اُویسی صرف عنوانات پر اکتفا کرتا ہے۔

وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم وصلّی اللہ تعالیٰ علی حبیبہٖ الکریم

۷،ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی غفرلہٗ

ترجمہ

شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی

حضرت شہاب الدین شیخ محمد قریشی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نسب بارہ پشت کے واسطہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خلیفۂ اوّل) سے حضور ﷺ تک پہنچتا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فیضِ باطن از شیخ ابونجیب عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۲ھ) وہم بزرگوار سے خود حاصل ہوا نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث الاعظم گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۱ھ) سے بھی فائدہ تامہ حاصل کیا اور امامِ طریقت اور پیشوائے سلسلۂ عالیہ سہروردیہ ہو گئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور تکمیلِ طالبانِ حق کے لئے ایک آیت اللہ تھے جو کوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتا خالی نہ آتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا بارگاہِ حق سے کبھی رد نہ ہوتی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُرانوار ''بغداد'' میں ہے۔شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سالِ وصال ۶۳۲ھ نکلتا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نوے (۹۰) سال عمر پائی۔مزار شریف مزارِ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شمالی جانب فرلانگ پر ایک بڑے قبرستان میں سڑک کے کنارے پر واقع ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر عالیشان گنبد ہے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار سے غربی جانب دروازہ ہے جس پر لکھا ہوا ''باب الشیخ''۔اس کے سامنے جو سڑک شمال کو جارہی ہے اُس کا نام شارعِ قمر (شہاب الدین) ہے۔فقیر بارہا مزار کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔تفصیل فقیر کے سفرنامہ ''عراق وحجاز'' میں ہے۔''عوارف المعارف'' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد خلفاء

تھے۔حضرت بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ(ملتان)،حضرت شیخ مصلح الدین سعدی رحمۃ اللہ علیہ(مصنفِ گلستان بوستان)بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کےخلفاء میں سے ہیں۔مزید تفصیل دیکھیئے فقیر کی تصنیف''اُولیائے عرب وعجم''میں۔اُویسی غفرلہٗ

عنایتِ ازلی: عنایتِ ازلی ایسی شئے ہے جوولایت کے لئے واجب ولازم ہےاگر یہ نہ ہوتی تو نہ آدم علیہ السلام کوقُرب نصیب ہوتااور نہ ابلیس پرلعنت پڑتی اوراگر یہ نہ ہوتی تو نہ موسٰی علیہ السلام آگ لینے کے لئے جاتے نہ اصطفاءوبرگزیدگی پرفائز ہوتے۔

میراانکار کہ میں تجھے نہ جان سکا عین تیری تقدیس (پاکیزگی) ہےاور تیرے بارے میں میری عقل کی سعی غین (پیاس) تلبیس (لباس پہنانا،فریب ودغا) ومکر ہے۔

اے رب!اگرتو نہ ہوتا تو نہ حضرت آدم علیہ السلام ہوتے اور نہ ابلیس بیچ میں پڑتا اس کےاوراس کے بندوں کے مابین سوائے اس کے کرم کےکوئی نسبت ہےاور نہ سوائے اس کی حکمت کےاورکوئی سبب ہے۔ازل ہی میں ایک قوم سے راضی ہوگیا پس اس سے اہلِ رضا کےاعمال کروائے پھراس کےرب نے اُسے برگزیدہ فرمایااوراس کی طرف متوجہ بہ عفوہوااور ہدایت بخشی اورایک قوم سے ناراض ہوااس سے ناخوشی کےاعمال ظہور میں آئے۔چنانچہ خودفرماتا ہے''لیکن اللہ نے اُن کےکاموں اورحرکتوں کو پسندنہیں فرمایااوراُنہیں پست عزیمت اورسست ارادہ کردیا''۔

جوکوئی بلا جرم وخطا خفا ہوجائے اورہمیں کوئی سبب معلوم نہ ہوتوایسے کوکیسے راضی کیا جائے؟

حدادابونعیم نےہمیں خبردی انہیں اطلاع دی محمد بن کیسان نے،انہیں اطلاع دی ابواسمٰعیل بن قاضی اسحاق نے ،انہیں اطلاع دی اسرائیل نے،انہیں روایت پہنچی ابواسحٰق سے،انہیں براءرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے،اُنہوں نے فرمایا کہ ''معرکۂ احزاب کےدن میں رسول اللہ ﷺ کودیکھا کہ ہمارے ساتھ مٹی اُٹھااُٹھا کرپھینکتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں''۔

''واللہ اگر خدانہ چاہتا تو ہم نہ سیدھے راستے پر لگتے اور نہ خیرخیرات کرتے اور نہ نمازیں پڑھتے۔پس اے اللہ!ہم پرسکینہ نازل فرما!اور جب ہم دشمن کےآمنے سامنے ہوں تو ہمارے پاؤں قائم رکھ!مشرک ہم پر بغاوت کرکے چڑھ آئے ہیں اگروہ فتنہ پھیلانا چاہیں گےتو ہم ایسانہ کرنے دیں گے''۔

''بلعم باعور''سے لباسِ عصمت چھین لیا گیااورحضرت ابراہیم علیہ السلام کوشروع ہی سے ہدایت نصیب ہوئی یہی اصل ہےاور باقی سب فصل ہے۔

جبکہ تقدیر کا لکھا ہوا جیسا کہ حکم ہو چکا ہے ویسا ہی عمل میں آتا رہتا ہے تو میں پھر اب کیا تدبیر کروں؟ تقدیر ہی کے سبب لوگ گمراہی اور ہدایت کے پاس ہیں۔

حجاب: اے بندگانِ خدا تعالیٰ! تمہارے وجود کے سوا اور کوئی حجاب نہیں اور تمہارے شُہود (حاضر ہونا) کے علاوہ اور کوئی غیبت نہیں پس اپنے شُہود (حاضر ہونا) سے غائب ہو جاؤ۔ تب تم حاضر ہو گے اور اپنے وجود سے فنا ہو جاؤ تب تم واصل ہو گے۔ اگر دلوں کے آئینے زنگ آلود نہ ہوتے تو ان میں تم عجائبات دیکھتے۔ اگر دل کی بینائیاں گم نہ ہو جاتیں تو انجام کے اُمور سب اس میں ظاہر ہوتے لیکن اس پر گناہوں کا زنگ چڑھا ہوا ہے۔ اس لئے غیب کے مطالعہ سے وہ محجوب ہو گیا اور خواہشاتِ نفسانی کی تاریکیوں نے اسے کثیف کر دیا پھر شہوات کے پردے جھکے اور جلد جلد گرتے گئے۔ اب نہ اللہ کے ذکر سے فائدہ ہوگا نہ کسی نصیحت سے کچھ اسے فلاح ہوگی۔

یہ لوگ آخر قرآنِ پاک میں تدّبر (انجام پر غور کرنا) کیوں نہیں کرتے؟ یا کہ ان کے دلوں پر قفل (تالا) ہی پڑ گئے ہیں؟ ان کے دل ہیں کہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

وصول الی اللّٰہ: جب تک اُصول کی حفاظت نہ ہو اور اخلاقِ ذمیمہ اور خراب اور قابلِ ملامت عادت سے نفس کی پوری تطہیر (پاک کرنا) نہ ہو جائے اور جانوروں، درندوں اور شیطانی صفات کو جب تک ملکی صفات اور پسندیدہ عادات سے نہ بدل دیا جائے کوئی واصل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر ترقی صرف اس کرامت سے ہوسکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو عطا فرمائی ہے اور اس فضیلت سے ممکن ہے جو اس نے دوسروں پر اسے دی ہے۔

ایسے لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) **محبوب و مراد**: جن کی پرورش جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے فرماتا ہے اور جیسی مناسب سمجھتا ہے تربیت فرماتا ہے۔ بساطِ انس پر وہ نعمتوں سے مالا مال ہیں اور بارگاہِ قدس میں مرتبۂ قرب پر فائز ہیں۔

جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کسی نے پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا کہ انہیں رحمٰن کی گود میں گیہوں کی روٹی مکھن سے چپڑ کر دی گئی۔ وہ اہلِ حق ہیں خالص حق و صداقت کی غذا انہیں ملی ہے۔ چنانچہ صفاتِ حق اُن میں مستعار پائے جاتے ہیں۔

(۲) **مرید و محب**: کبھی رب العزت ان پر تجلیٔ جلال فرماتا ہے تو وہ قلق و اضطراب میں پڑ جاتے ہیں اور کبھی تجلیٔ جمال فرماتا ہے تو وہ بہجت (تازگی، خوشی) و انبساط (خوشی) میں آ جاتے ہیں۔ پس کبھی وہ حالتِ خوف سے حالتِ رجا

(اُمید) میں آ جاتے ہیں۔ کبھی ان کے قدم آگے پڑتے ہیں اور کبھی پیچھے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں تو ڈرتے بھی جاتے ہیں اور بخشش کی طمع (خواہش، حرص، چاہ) بھی رکھتے جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ عزت بخش کر ان کی تربیت فرماتا ہے اور اپنے لطف و مہربانی سے راستہ بتاتا جاتا ہے۔

''اے وہ جو میری اُمید ہی اُمید ہے۔ کیسے متوجہ ہو کر مجھے تو نے ادب سکھایا ہے۔ اب میری طرف نظر فرما اور دیکھ کہ کیا اچھا تو نے مجھے ادب سکھایا ہے!''

اسلام: اسلام سے مراد ہے امرِ الٰہی کی اطاعت کرنا۔ ظاہر میں اور اس کے حکم کے سامنے سر جھکانا ہے باطن میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب دونوں باپ بیٹے (حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) تعمیلِ حکم پر آمادہ ہوئے اور باپ نے قربان کرنے کے لئے بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑا پس جو کچھ کہ حاصل ہوا۔ وہ نفس کو مجاہدہ کی تلوار سے ذبح کرنے کا ثمرہ ہے اور اس کا نتیجہ وہ خوشی و مسرت ہے جو حق کے ظاہر ہونے میں نقصان اُٹھانے سے حاصل ہوتی ہے۔

حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک انگلی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں کہ تو ہے کیا بس ایک انگلی ہے جس میں سے خون نکلا اور یہ جو کچھ تجھ پر گذرا ہے وہ اللہ کے راستہ میں گزرا ہے۔ اس بات کی اصل حقیقت خدائے بزرگ و برتر کے اس قول میں ملتی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کے پروردگار نے کہا کہ ہماری ہی فرمانبرداری کرو تو جواب میں عرض کیا کہ میں سارے جہاں کے پروردگار یعنی تیرا ہی فرمانبردار ہوا۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں جب کہ ہرقل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط لکھا: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اُس کے رسول کی طرف سے ہرقل بادشاہِ روم کے نام یہ خط ہے جو لوگ کہ ہدایتِ الٰہی پر چلتے ہیں اور ان پر اسلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ میں تجھے اسلام کی دعوت یعنی توحید کی طرف بُلاتا ہوں۔ اسلام سلامتی سے رہیگا، اللہ تجھے ایک نہیں دو اجر عطا فرمائے گا۔''

ایمان: اس بات پر مطمئن رہنا اور شک نہ کرنا کہ اللہ عزوجل بندہ کے اُمور کا ضامن و حاجت روا ہے۔ ایمان کی تعریف میں داخل ہے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حسنِ اعتقاد سے پیدا ہوتی ہے نیز اسم سے لذت لیتے وقت مسمّٰی (یعنی اللہ جل شانہٗ) کو یاد رکھنا اور اُسی کو دیکھنا ایمان میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا۔

جب کہ بچے کی ماں کو اس کے بچے کی بھوک بیقرار کرتی ہے تو وہ اس کا نام لے کر اس کے بدن کو پوری پوری غذا پہنچاتی ہے۔

احسان: احسان سے مراد یہ ہے کہ بندہ سمجھتا رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے ہر شخص کا کفیل ہے۔ یہ پھل ہی اس علم کا ہے کہ کارساز صرف اللہ ہے اور سب چیزیں اسی کی محتاج ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ میں حیا کا ایک شعور پیدا ہوجاتا ہے اور وہ ہمیشہ وفا شعار رہتا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

''تیری طرف سے ایک نگہبان مقرر ہے جو میرے خطرات (باطنی) کی دیکھ بھال کرتا ہے اور دوسرا وہ ہے جو آنکھ و زبان کی نگرانی کرتا ہے۔

میری آنکھوں نے ترے مانند کوئی ایسی شئے نہیں دیکھی جو تجھے بُری معلوم ہو۔ مگر میں نے کہا کہ دونوں نگہبانوں نے مجھے دیکھ لیا اور میرے منہ سے مزاح کے طور پر کوئی ایسا کلمہ نہیں نکلا جو تیری ناخوشی کا باعث ہو۔ مگر میں نے کہا کہ ان دونوں نے میری بات سن لی۔

نیز کسی ایسے بھید کا کھٹکا بھی میرے دل میں نہ ہوا جو ماسوا کا ہو مگر ان دونوں نے مجھے روک دیا اور میری باگ پکڑ لی اور ایسے بہت سے برادرانِ صدق و صفا ہیں جن کی باتیں میں نے سُنی ہیں مگر ان کے خیال سے میں نے اپنی زبان اور آنکھوں کو بند رکھا اور مجھے ان سے ترکِ تعلق رکھنے پر اس کے سوا اور کسی شئے نے آمادہ نہیں کیا کہ میں نے ہر جگہ تجھ ہی کو مشہور پایا۔

جب ہم میں بون و بُعد (دوری، فاصلہ، مسافت) ہوتا ہے تب بھی میں تجھ سے اسی طرح حیا کرتا ہوں جس طرح کہ اُس وقت حیا کرتا ہوں جبکہ بُعد نہیں ہوتا اور تو مجھے دیکھتا ہوتا ہے۔

منازلِ نفس ومناھلِ قلب: نفس کے منازل (یعنی قیام کرنے کے مقامات) ہیں اور قلب کے لئے مناہل (پانی پینے کے گھاٹ) ہیں۔

جب کبھی نفس کو مجاہدہ سے اُتار کر کسی جگہ ٹھہرایا جاتا ہے تو دل میں مشاہدہ سے آ کر کسی گھاٹ پر پہنچ جاتا ہے اور جب کبھی نفس کسی جگہ داخل ہوتا ہے تو قلب بھی ایک خلعت (تحفہ، عطیہ تحسین) پہن لیتا ہے اور جب کبھی نفس کسی تہذیب سے مزّین ہوجاتا ہے تو قلب بھی تقرّب کا جامہ پہن لیتا ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے جو اپنے رب کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ ''جو کوئی مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اُس سے ایک ہاتھ قریب ہوجاتا ہوں اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اُس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میرے پاس آہستہ آہستہ چلتا ہوا آتا ہے تو میں اُس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔''

ارادہ: یہ نفس کی پہلی منزل ہے پہلی منزل پر نفس مجاہدہ کے بعد قیام کرتا ہے کا ارادہ ہے۔اس سے مراد ہے نفس کا آمادہ ہونا ادبار (پیچھے ہٹنے) اور ماسویٰ اللہ سے، آرام وسکون پانے سے، جو تاریکی پیدا ہوتی ہے اس سے خلاصی حاصل کرنا۔ یہ اس علم کا ثمرہ ہے جس کے ساتھ وہ نقصان وخسارہ بھی لگا ہوا ہے جو سودا کرنے اور ایک شئے کو امتیاز کے ساتھ اختیار کرنے میں ہوا کرتا ہے۔

اس منزلِ مقصود پر پہنچنے کا طریقۂ کار اپنی طرف سے حتی المقدور (بساط بھر، جہاں تک ہو سکے) ہمت اور سعی ہے اور جس قدر طاقت مقدور میں ہو سب کو کام میں لانا ہے۔ وہ اس طرح کہ اختیار کے متعلق صرف شکوہ زبان پر نہ لائے اور جو کچھ تقدیر میں ہے اس کے واقع ہونے پر کوئی چون و چرا نہ کرے۔اس منزل کی حقیقت مخلوق سے اعراض کرنا، سیر وسلوک کے ہمہ آداب اور صبر وتحمل برداشت کرنا ہے اور حق کی طرف رُجوع کرنا ہے۔اس کی بنیادی شئے انفاس (نفس کی جمع) کے ساتھ تعلق اور لوگوں سے قطع تعلق کرنا ہے۔

جب کوئی جوان مرد کسی بڑے کام کا ارادہ کرتا ہے تو سب سے کمتر چیز جو اُسے کھونا پڑتی ہے وہ بچپن سے سونا ہے۔

دیدار: یہ قلب کا پہلا لا چشمہ ہے۔ جب نفس اس منزل پر آیا تو قلب (دل) ایسی جگہ وارد ہوا جہاں دیدار کے چشمے لوگ پیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حبیب کے لطف کو قلب نے ازل ہی میں دیکھ لیا ہے۔بس اللہ تعالیٰ اسے قریب کر لیتا ہے اور زیب وزینت سے آراستہ کرتا ہے مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کو جب زنانِ مصر نے دیکھا تو مَرعوب (رُعب میں آیا) ہوگئیں اور ان کی عظمت کرنے لگیں اور ترنج (چکوترا) کے بدلے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں ماشاءاللہ یہ آدمی نہیں بلکہ ایک بزرگ فرشتہ ہیں۔

تمہارا عہد سیراب رہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو میرا قلب کبھی محبت کی جائے قرار نہ بنتا۔ یہ قلب کی اپنے رب کی طرف سیر کی ابتدا تھی اور یہ حق کا اسے جذب کرنے کا ثمرہ تھا جو اس کے جمال کی چمک سے پیدا ہوا۔نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی محبت دل میں بیٹھ گئی اور اپنی طرف متوجہ کر کے ماسوا سے فارغ کر دیا اور ایک کامل خلعت (تحفہ، عطیہ تحسین) عطا کر کے لباس پہنایا۔

قبل اس کے کہ میں محبت کو پہچانوں۔ وہ خود میری طرف آئے اور میرا قلب میل کچیل سے پاک صاف کر کے وہاں اپنے لئے جگہ بنائے۔

توبہ: یہ نفس کی دوسری منزل ہے نفس توبہ کی منزل میں اُتر آیا۔توبہ سے مراد ہے کہ نفس تمام مالوفات (جسے وہ پسند کرتا تھا) سے باز رکھنا جو خواہشات اور آرزوؤں کی پیروی کرنے سے پیدا ہوگئی ہیں۔ دل کا نیند کی غفلت سے بیدار ہونے اور

گذشتہ زمانہ میں حصولِ تقرب سے جو کچھ فوت ہوگیا ہے اس پر ندامت کا اظہار کرنا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مستقبل میں جو کچھ پیش آئے اس کی حفاظت کے لئے آمادہ ہونا اور اچھے اوقات جو ہاتھ سے نکل گئے اس پر افسوس کرنا۔

میں گرم جوشی کے زمانہ کو یاد کرتا ہوں مگر اس ڈر سے کہ کہیں میرے جگر کے ٹکڑے نہ ہو جائیں اس کی نگہداشت کی طرف توجہ کرتا ہوں۔

ذوق: یہ قلب کا دوسرا منہل (سرچشمہ) ہے۔ جب نفس اس منزل پر اُترتا ہے تو قلب ذوق ولذت کے گھاٹ پر وارد ہوتا ہے یعنی یہاں اسے محبت کے خوش گوار ہوا اور دل کی ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ اب اسے ان نعمتوں کے نصیب ہونے پر جن مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اُن میں اُسے مزا آنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری زبان میں فرماتا ہے کہ ہم سب ایک نہ ایک دن اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں یہ دریار پر ٹھہرے رہنے کا پھل ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کامیابی کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے لئے پردے اُٹھ جاتے ہیں اور فلاح کی بجلی کی چمک آنے لگتی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

''میری حاجت روائی کے لئے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور اُس وقت تیری ہتھیلیوں کی خوشبو میں میری کامیابی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالک (جو خدا کا قرب بھی چاہے اور شغلِ معاش بھی رکھتا ہو) میں نیکی کرنے کی حرص (لالچ) پیدا ہو جاتی ہے اور خواہشاتِ نفسانی کے طلب میں قدم اُٹھنے سے بیکار ہو جاتے ہیں اور ماسوی اللہ کا تعلق نہیں رہتا اور جو محبوب چاہتا اور پسند کرتا ہے اس کے حصول کے لئے اس کے گرد چکر کاٹتا رہتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

''سوائے اُمِ عمر کے اور کسی طرف دل مائل نہیں ہوتا اور وصل وفراق دونوں صورتوں میں اُس کی دوستی قائم رہتی ہے۔ اس کا دشمن میرا دشمن اور اُس کا دوست میرا دوست ہوتا ہے اور جس سے لیلیٰ کو قرب ہوتا ہے وہی زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

ورع: یہ نفس کی تیسری منزل ہے نفس وَرَع (پرہیزگاری) کی منزل پر اُترتا ہے۔ ''وَرَع (پرہیزگاری) سے مراد نفس کو اُس گندگی سے سختی کے ساتھ بچانا جو لوگوں کے ملنے جلنے سے پیدا ہوتی ہے اور حجابات کے وقوع سے محفوظ رکھنا ہے''۔ اس کے نتیجہ میں غفلت کی گھاٹیوں میں گر پڑنے میں تامل اور توقف وتاخیر کرنا اور جن کھلی کھلی باتوں کی طرف دل اشارہ کرتا ہے انہیں تسلیم کرنا اور ہاتھ پیر کو تعمیلِ الٰہی کا پابند کرنا اور جن سے منع کیا ان سے باز رہنے یا بچنے میں کمی کرنے سے لاپرواہی کرنا اور بُری باتوں میں پڑنے سے یا خدمتِ خلق میں کمی کرنے سے بچنا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

''وہ لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہیں گویا کہ ان کا اب چل چلاؤ ہے اور وہ اپنا سامان باندھ رہے ہیں''۔

شوق: یہ قلب کا تیسرا منہل چشمہ ہے جب نفس اس منزل پر آیا تو دل شوق وولولہ کے گھاٹ پر اپنی پیاس بجھانے آتا ہے اور یہ ولولہ وشوق دل کی وہ بے چینی ہے جو محبوب کی طرف گامزن ہونے میں پیدا ہوتی ہے اور باطن کی وہ راحت و

رضا ہے جو قربِ محبوب میں نصیب ہوتی ہے اور وہ ثمرہ ہے نسیمِ وصال کے ہلکے ہلکے چلنے کا اور نتیجہ اس کا وہ عجلت و جلدی ہے جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور مرضی مبارک کے موافق اُمور کے طلب میں ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی ہے کہ ''اے میرے پروردگار میں نے تیری طرف آنے میں جلدی اس لئے کی کہ تو راضی ہو چنانچہ اشتیاق وولولہ کا تقاضا خود اشتیاق ہے اور مشتاق کو بڑی جلدی ہوتی ہے چنانچہ وہ نہ کسی اچھی چیز کی طرف مائل ہوتا ہے اور نہ کبھی کسی طرف جھکتا ہے''۔

اے سعد تم نے ان کا ذکر کیا کیا؟ کہ میرا جنون اور بڑھا دیا۔ اے سعد ایسی باتیں اور زیادہ کرو۔ مشتاقوں کے درجے ہوتے ہیں۔

(۱) مشتاق کوشش کرتا اور قدم اُٹھاتا ہے تو لوگوں کی ملامت بھی ساتھ ساتھ قدم اُٹھاتی اور ہمراہ رہتی ہیں۔ معذرت کے قدم کی مدد سے وادئ توبہ میں تیز گام ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ توبہ فرمائی جائے۔

(۲) جدوجہد کے قدم سے افتقار (افقار) (فقر کی جمع) ونا داری (طاقت نہ ہونا، مُفلسی) کے مرکب پر سوار ہو کر رغبت میں قدم دھرتا ہے اس کا مقصد عطاءِ بخشش ہے۔

(۳) تہذیب وشائستگی کے قدم سے خشوع وخضوع کے سواری پر وادئ رحم وکرم میں چلتا ہے اس کا مقصد امان ہے۔

(۴) اخلاص کے قدم سے نجات کی سواری پر رجوع الی اللہ اور انابت (خدا کی طرف رجوع کرنا، توبہ، عاجزی) کی گھاٹی میں آتا ہے اس کا مقصد اکرام واعزاز ہوتا ہے۔

(۵) محبت کے قدم سے شوق کے مرکب پر سوار ہو کر وادئ ہیمان (شدتِ عشق) میں گامزن ہوتا ہے۔ اس کا مقصد بس محبوب ہوتا ہے۔

اُس نے مشتاق کیا جب اُس نے جلوہ فرمایا تو اس کے جلال سے میں سرنگوں ہو گیا۔ خوف سے نہیں بلکہ ہیبت سے اور اس نظر سے کہ اس کے جمال کی صِیانت (نگہبانی وحفاظت) وحفاظت ہو سکے۔

زھد: یہ نفس کی چوتھی منزل ہے نفس کا زہد کے مقام پر منزل کرنا ہے۔ ''زہد سے مراد ہے دنیا کی طرف سے التفات اُٹھا دینا اور اس کی طرف توجہ نہ کرنا''۔ اس لئے کہ اس میں فائدے کم اور بلائیں بہت ہیں۔ دیر میں آنے والی شے یعنی دنیا سے نفس کے بیزار ہونے کا یہ ثمرہ ہے اور اس کی طرف کم متوجہ ہونا اور اس سے علیٰحدگی اختیار کرنا اس کا نتیجہ ہے۔ ایسے شخص کو پرواہ بھی نہیں ہوتی کہ کس طرح دنیا ترک کی اور مستحق نے اُسے لیا یا غیر مستحق نے۔ یہاں تک اس میں کمی کر دی کہ سونا اور پتھر دونوں اس کے نزدیک مساوی ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی محبت میں ہمیشہ سے تکلیفیں اور بڑی بڑی بلائیں چلی

آئیں ہیں۔ چنانچہ دنیا کی بلائیں یہ ہیں جو روک ٹوک رفیق کی موافقت میں ہو وہ دنیا ہے۔سلوک جو اُسی سے تعلق پیدا ہو جائے اور شیطان کے ہاتھ میں گرفتار ہونے کی خواہش یہ سب دنیا ہے۔''زہد اُسے کہتے ہیں کہ دنیا اور اس کے ذکر سے بیگانگی ہو اور نہ آنکھ اس پر پڑے اور نہ زبان پر اس کا ذکر آئے''۔

جب میں نے اپنے آپ کو ایک چیز کی طرف ہٹا لیا تو نہ کبھی میں اس کے سامنے آؤں گا اور نہ ہی وہ چیز میرے سامنے آئے گی۔

دل کی پیاس: قلب کا چوتھا منہل ہے جب نفس اس منزل پر اُترا اور دل کی پیاس بجھانے کے لئے گھاٹ پر پہنچ گیا تو قلب میں راحت و وصال کا شوق پیدا ہوتا ہی عطش (پیاس و تشنگی) ہے پھر فراق (جُدائی) کی بیماری سے نجات مل جاتی ہے۔ یہ بات سچائی، پکا ارادہ اور وجد و حال کی پہل ہے۔

اس کی شرابِ محبت کا جام لے کر میں نے پیا۔ چنانچہ اس پینے کا اثر میری چھپی ہوئی انتریوں تک پہنچ گیا۔

صرف موجود سے تعلق قطع کر کے اپنے وجود سے گریز کرنا اور سر (باطن) میں برقِ تجلّی کے شرارہ کو ناخن سے کھرچنا اور کشف (پردہ اُٹھانا) کی ہر روز بھینی بھینی ہوائیں چلنا، یہ سب اس کا نتیجہ ہے۔ شاعر کہتا ہے:

''ایک روز آپ کے بادل نے ہم پر سایہ کیا۔ اس کی بجلی نے ہمارے لئے روشنی کر دی اور اس کی بارش دیر تک رُکی رہی۔ اس کے بادل نہیں برسے حتّٰی کہ اُمیدوار مایوس ہو گئے نہ ہی بارش ہوئی کہ پیاسے کی پیاس بجھتی۔ تشنگی کے بھی متعدد مراتب ہیں''۔

(۱) ارادے کی پیاس ہے جو علم سے پیدا ہوتی ہے اور جس سے ہوتی ہے اُسے ''عازم'' کہتے ہیں یعنی صاحبِ ارادۂ عظیم۔

(۲) طلب و جستجو کی پیاس ہے جو معرفت (خدا شناسی) سے پیدا ہوتی ہے جس سے ہوتی ہے وہ اپنے سلوک میں سیر کرنے والا ہوتا ہے۔

(۳) شوق کی پیاس ہے جو محبت سے پیدا ہوتی ہے اور صاحبِ محبت واصل ہوتا ہے یعنی منزل پر پہنچ چکا ہوتا ہے۔

جس دن خیموں سے خیمے قریب ہوئے اُس روز شوق و ولولہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔

فقر: یہ نفس کی پانچویں منزل ہے نفس فقر کے پر تنزل (زوال) کر کے آتا ہے اور فقر یہ ہے کہ ''کون'' (خلق) کے مقابلہ میں ''مکون'' (خالق) پر اکتفا کیا جائے اور دو اشیاء کے درمیان اپنے اختیار کو کام میں نہ لایا جائے۔ یہ نفس کی حقیقت پہچان لینے کا پھل ہے۔ اس لئے کہ فقر (یعنی خود کسی شئے کا مالک نہ ہونا) نفس کی ذاتی صفت ہے اور کبھی اس سے جدا

نہیں ہوتی جس طرح کہ غنی (یعنی خود ہر شئے کا مالک ہونا)۔ پروردگار بزرگ و برتر کی ذاتی صفت ہے اور کبھی اس سے جدا نہیں ہوئی۔ اس منزل پر آنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی شئے میں لذت نہیں ملتی اور اللہ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ سب اس کے سامنے عاجز محتاج ہیں اور وہ غیر کا محتاج نہیں۔

میں اپنے زمانہ کے لوگوں سے اور اس کے دست و بازو کے سایۂ میں پوشیدہ رہا۔ میری آنکھ تو زمانہ و اہلِ زمانہ کو دیکھتی رہی مگر مجھے اس نے نہیں دیکھا۔ اگر تم اہلِ زمانہ سے پوچھو گے تو اُسے معلوم نہ ہوگا اور اگر میرا مکان پوچھو گے تو یہ بھی اس کو معلوم نہ ہوگا۔

غرق و فنا: یہ قلب کا پانچواں منہل ہے جب اس منزل پر نفس اُتر آتا ہے تو قلب غرق (یعنی فنا فی اللہ) کے گھاٹ پر ورود کرتا ہے اور اس سے مراد ہے دل کے التفات (متوجہ ہونا) و توجیہ (وجہ لکھنا، دلیل دینا) کے تمام راستوں کا غلبۂ انوار کی وجہ سے بند ہو جانا۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالیٰ حضرت زلیخا رضی اللہ عنہا کا یہ حال بیان کرتا ہے

"قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا" (پارہ ۱۲، سورۃ الیوسف، آیت ۳۰) ﴿**ترجمہ**: بیشک ان کی محبّت اس کے دل میں پَیر گئی ہے۔﴾

شاعر کہتا ہے، "میرا دل تمہارے سوا اور کسی طرف راستہ ہی نہیں پاتا اس لئے کہ اسی طرف کا راستہ ہی تمام تر اشیاء پر بند کر دیا گیا ہے۔"

دل کے گوشہ گوشہ کا محبوب سے پُر ہو جانے اور دل کا اسی طرف ہر وقت مائل و مشغول رہنے کا یہ ثمرہ ہے نیز علوم کی مدد سے احوال کو قوی کرنا اور رسوم اور عادتوں کا بیکار ونا کام ہو جانا اس کا نتیجہ ہیں۔

جس وقت سپیدہ (صبح کا وقت) صبح نمودار ہوا تو رفتہ رفتہ اس کے پو پھوٹی اور ساتھ ہی تاروں کی روشنی بھی جاتی رہی۔

فائدہ: اہلِ قرب (غرق وفنا) کے یہی درجات ہیں۔

(۱) بیداری والے ہیں جو اس کی عظمت و عزت کے سمندر میں غوطے لگا رہے ہیں۔

(۲) توبہ والے بھی ہیں جو اُنس کے سمندروں میں غوطے مارتے ہیں۔

(۳) محبت والے ہیں جو مشاہدے کے سمندروں میں غوطے لگاتے رہتے ہیں۔

مکاشفہ (انکشاف و اسرار) کے آگ سے جل بھن گئے ہیں یہی ہیں وہ لوگ جن کی کشتیاں ٹوٹ گئیں اور موجوں نے انہیں نگل لیا۔ پھر نہ ان کا کوئی نشان باقی رہا اور نہ کوئی خبر کہیں سے آئی۔ اس لئے کہ ان کے سوا جو لوگ تھے انہیں اُن کی موجوں نے کنارے پر پھینک دیا اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں مچھلی نے نگل لیا اور ان کی کوئی چیز باقی نہ رہی۔

وہ مشرق کی طرف گئی اور میں مغرب کی طرف لوٹ گیا مشرق جانے والوں اور مغرب جانے والوں میں بڑا فرق ہے۔

صبر: یہ نفس کی چھٹی منزل ہے منزلِ صبر پر نفس کا اُترنا ہے اور صبر سے مراد ہے نفس کو مجازی واردات قضا و قدر کے مقابلہ میں قابو میں رکھنا کہ وہ کسی قسم کی شکایت نہ کرے بلکہ امتحانوں اور بلاؤں سے لذت اندوز ہو۔ یہ ثمرہ ہے حق کے حکم کے دل کے اندر اُتر جانے کا اور اس کی عزت و رفعت کے کمال کا اور اس کے حکم کو جاری کرنے کا جبکہ محبوب کے صولت (رُعب و دبدبہ) و رعب اسے عزیز اور اس کی بسطوت (فراخی و کُشادگی) و قہر (غلبہ) اُسے مانوس طبع (مزاج و طبیعت) ہو مگر اس طرح پر کہ کسی قسم کا خوف اور ڈر ساتھ نہ ہو۔

عشق میں جور و جفا اس کے عدل و انصاف سے زیادہ بہتر ہے اور اس کا بخل اس کی فیاضی سے اچھا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محنت و مشقت میں ڈالنے والے کی صورت دیکھنے کے بعد تکلیف میں مزا آنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے رب کے حکم کو تحمل اور صبر سے برداشت کرو۔ تم ہماری آنکھوں کے سامنے ہی ہو۔ اس حالت کو چھوڑ کر بندہ دوسری حالت میں منتقل ہونا نہیں چاہتا بلکہ اس کے دل میں اس کا خطرہ ہی نہیں آتا۔

جیسے تم ہو اسی صورت پر محبت قائم ہوگئی۔ بس اب نہ پیچھے ہٹ سکتا ہوں اور نہ آگے قدم بڑھا سکتا ہوں۔ تم نے مجھے حقیر سمجھا میں نے بھی اپنے نفس کو حقیر سمجھا جو تمہاری نظر میں حقیر ہے وہ مکرم و عزیز نہیں ہوسکتا۔

سُکر: یہ قلب کا چھٹا منہل ہے جب نفس اس منزل (صبر) پر آتا ہے تو دل سُکر کے گھاٹ پر ورود کرتا ہے اور سُکر سے مراد ہے صفات کا تبدیل ہونا اور اوصاف کا جڑ سے بدل جانا اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زبان میں طاقت اور قلب میں کُشادگی پیدا ہوتی اور اس کی آہ میں لذت معلوم ہوتی ہے۔

قوم کے لوگوں نے ہماری شراب پی تو کام کے ہوگئے اور بہت سے اندھے تھے جنہیں اپنے برتن میں ہم نے وہ پلائی تو بینا ہوگئے اور بہت سے گونگے بہرے جنہوں نے تیس (۳۰) سال سے کلام نہیں کیا تھا جب ایک روز اُن پر ہمارے جام کا دور چلا تو بات کرنے لگے اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ (صاحبِ سُکر) اسرار ظاہر کرتا ہے اور کسی بات کے ظاہر کرنے اور پوشیدہ رکھنے میں امتیاز نہیں کرتا۔ اُس کی زبان دل کے بھید کی غمازی (مُخبری) کرتی اور جو شئے غیب کے بھی پرے ہے اس کی خبریں دیتی ہے۔

جہاں کہیں شیشہ کا دور چلا وہیں ہم نے بھی گردش کی۔ جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ناواقفیت سے کام لیا۔

اس کی ذات فنا ہوگئی ہے اور اس کے صفات اپنی جگہ باقی نہیں رہے۔قہوۂ جمال نے اسے نشہ میں بے خوداور دبدبۂ جلال نے اُسے مغلوب کردیا جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''وہ میری ہی زبان سے کلام کرتا ہے اور میرے ہی کان سے سُنتا ہے اور میری ہی آنکھ سے دیکھتا ہے اور میری ہی مدد سے آتا ہے اور میری ہی قوت سے پکڑتا ہے۔''

غلبۂ حُب میں ہلاک ہونے والے فنا تو ہوگئے ہیں لیکن توحید میں فنا ہونے کے بعد ہی کلام کرتے ہیں۔

توکّل: یہ نفس کی ساتویں منزل ہے نفس کا منزلِ توکّل پر اُترنا ہے۔توکّل سے مراد ہے اُس کے (خداکے) علم کی طرف رُجوع کرنا اور جو حکم دینا وہ پسند کرے اُس پر راضی رہنا۔یہ اللہ تعالیٰ کے لُطف کی طرف نظر رکھنے کا ثمرہ ہے اور اِس پر کہ وہ اَزل ہی سے اس پر بہت مہربان ہے نظر رکھنے کا ثمرہ ہے اور اِس کا نتیجہ ہی تمام اوقات وزمانہ کو بھول جانا اور تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے نظرِ لُطف کا انتظار کرنا اور اللہ تعالیٰ کے علمِ کامل اور اس کی قدرتِ بالغۂ کو ہر شے میں دیکھنا اور تمام اشیاء کے قیام وبقاء میں جو اس کی مرضیِ مبارک ہواُسی پر راضی رہنا اور اس کی علامت اور نشانی ہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ میں راضی رہوں اور تو بھی راضی رہے اور جب تک ہم دونوں ایک ساتھ زندگی بسر کریں۔تو ہی میرے مالک رہے اور میری لگام تیرے ہی ہاتھ میں رہے تو یاد رکھ کہ دنیا کو میری ہی آنکھ سے دیکھنا اور دنیا میں میرے ہی کان سے سننا اور میری زبان سے بات کرنا۔

صحو: یہ قلب کا ساتواں منہل ہے جب نفس اس منزل پر آتا ہے تو قلب کے گھاٹ پر وارد ہوتا ہے۔''صحو سے مراد نسیمِ قلب سے راحت اور وصل کی خنکی سے سکون حاصل کرنا ہے''۔

حدیث شریف میں ہے کہ ''پھر اللہ تعالیٰ نے میرے شانوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا یہاں تک کہ میں نے اُس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس فرمائی۔پس اَوّلین وآخرین سب کا علم مجھے سکھایا گیا''۔یہ حبیب کے ملاطفت ونوازش اور اس کے جائے پناہ میں پناہ لینے کا ثمرہ ونتیجہ ہے ایک جگہ قیام وقرار حاصل کرنا اور تغیر (تبدیلی) وتلوّن (رنگ بدلنا،ایک حالت یا بات پر قائم نہ رہنا) کا جاتا رہنا۔چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ ''اُس وقت پیغمبر کی نظر نہ بہکی اور نہ جگہ سے اچٹی''۔نیز اس کے کمال سے بہرہ مند (فائدہ اُٹھانے والا،صاحبِ قسمت) اور اس کے جمال سے جرعہ خوار (گھونٹ گھونٹ کر پینے والا) ہونا۔

حاسدوں کے باوجود ہم نے رات باہم بسر کی اور ہم میں آپس میں ایسی باتیں ہوتی رہیں جن میں شراب ملی ہوئی مُشک کی سی مہک آرہی تھی۔یہ باتیں ایسی تھیں کہ مردہ بھی اگر ان میں سے کچھ سن پائے تو گو قبر نے اُسے دبوچ لیا مگر جی

اُٹھے۔ میں نے اپنی ہتھیلی کا اس کے لئے تکیہ بنا دیا اور رات بھر ساتھ لیٹا رہا اور میں نے اپنی رات سے کہا کہ تو لمبی ہو جا اس لئے کہ چودھویں رات کا چاند آرام فرما ہے۔

رضا: یہ نفس کی آٹھویں منزل ہے نفس منزلِ رضا میں تنزّل کر کے آتا ہے۔ رضا سے مراد ہے وہ اطمینان وسکونِ قلب جو قدر کے سُتونوں کے تلے نصیب ہو حتیٰ کہ نہ کسی شکست وریخت (پڑا ہوا، بکھرا ہوا) کی آواز سُنائی دے اور نہ بلندی و پستی کا اس پر کوئی اثر ہو۔ یہ ثمرہ ہی حبیب کی اطاعت اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال میں فرماتا ہے کہ ''جب اُن سے اُن کے پرودگار نے کہا کہ ہماری ہی فرماں برداری کرو۔ تو جواب میں عرض کیا کہ میں سارے جہاں کے پروردگار کا (تیرا ہی) فرماں بردار ہوا''۔

اے دوست اگر میرے سر پر ذلّت وخواری کی چکی بھی چل جائے تو بھی میں نہ کچھ جزع (گھبراہٹ) فزع (خوف ودہشت) کرونگا اور نہ منہ سے کچھ نکالونگا اور اس کا نتیجہ ہے رنج ومحنت سے خوش ہونا۔

مگر اُس خوشی کی مانند نہیں جو نعمت کے ملنے سے ہوتی ہے اور امتحان میں شکر کرنا مگر ایسا شکر آسودگی کے وقت کیا جاتا ہے۔ جب نفس اس منزل پر پہنچتا ہے تو مطمئن ہو جاتا ہے اور ایک جگہ قائم ہو جاتا ہے۔ کہیں اور سفر نہیں کرتا اور دیر یہیں تک ٹھہر جاتا ہے اور کہیں نقل مکانی نہیں کرتا اور اب قلب اُس سے اکیلا ہو کر اپنے مناہل (منازل) اور گھاٹوں پر وارد ہوتا رہتا ہے۔

ھیمان: یہ قلب کا آٹھواں منہل ہے قلب اس گھاٹ پر وارد ہوتا ہے جسے ''ہیمان'' کہتے ہیں اور ''ہیمان'' سے مراد ہے وہ ولولہ اور شیفتگی جو نظارۂ جمال اور لمعانِ (چمکیلا، چمکنے والا) جلال سے پیدا ہوتی ہے اور انسان ہر وادی میں سرگشتہ و شیفتہ مارامارا پھرتا ہے۔ یہ ثمرہ ہے طبیعت کے بسط (کشادگی وفراخی، تشریح ووضاحت) وکشادکا اور اس میں ضبط کے باقی نہ رہنے کا اور اس کا نتیجہ ہے صبر وسکون کے لباس سے عاری ہونا اور زینت اور جلوہ دکھانے سے خالی ہو جانا۔ اس لئے کہ وہ ایسے ایک شُغل میں ہوتا ہے جو خود اُس سے تعلق ونسبت رکھتا ہے۔

تیرے شوق وعشق نے میرا سر یہاں تک چکرا دیا کہ میں دائیں طرف سے بائیں طرف جھک جھک پڑتا ہوں اور تیرے ذکر سے مجھے ایسی راحت وخوشی ہوتی ہے جیسی کہ اُس قیدی کو جس کی رسی ڈھیلی کر دی گئی ہو۔

تلف: یہ قلب کا نواں منہل ہے قلب تلف کے گھاٹ پر اُترتا ہے۔ ''تلف سے مراد ہے عزت وجلالِ الٰہی کے صدمات کے تلے اور غیرتِ الٰہی کے ربودگیوں (غفلت، لوٹ کھسوٹ) اور انوارِ کبریا وقدس کے چمک دمک سے بالکل محو وفنا ہو جانا۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور تم اپنی موت سے مرو یا مارے جاؤ''۔ اور ''اللہ کے راستے میں اگر تم مارے جاؤ یا اس کے رستے میں اپنی موت سے مر جاؤ''۔ (تو خدا کی بخشش اور مہربانی اس سے جس کو لوگ جمع کر لیتے ہیں کہیں بہتر ہے) اور وہ ثمرہ ہے غیب پر

اطلاع پانے اور اسرارِ ازل کے گرد اگرد منڈلانے کا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''جس کی ہلاکت اللہ کے کام اور خوشنودی میں ہے تو اللہ خود اس کا جانشین اور کفیل بن جاتا ہے''۔

''اور نیچے اُتر آنے (تواضع) سے غلاموں کی عزت و رفعت ہے۔ پس میرے لئے لازم ہے کہ بندوں جیسے ذلت اختیار کروں''۔

جب اللہ تعالیٰ اُس کا جانشین ہو جاتا ہے تو اُس کا نتیجہ ہوتا ہے اپنے وجود سے اُس کا فنا ہو جانا اور حق تعالیٰ کی قیومیت میں اپنا قیام حاصل کرنا۔

''اے تمنا کرنے والے کی مراد و تمنا! مجھے تجھ پر اور اپنے اُوپر تعجب آتا ہے۔ تو نے اپنے لئے مجھے خود میری اپنی ہستی سے محو کر دیا اور اپنے سے مجھے اتنا قریب کیا کہ میں گمان کرنے لگا کہ تو میں ہی ہوں''۔

محبت: یہ قلب کا دسواں منہل ہے قلب محبت کے گھاٹ پر آتا ہے اور محبت جو ہے وہ فنا کی وادیوں میں سے پہلی وادی ہے اور وہ ایک پہاڑی رستہ ہے جہاں سے نیچے اُتر کر ''جمع'' کے تمام راستے ملتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر محبت کے پہلے جتنے گھاٹوں پر وہ اُترا ہے اُن سے بیزار ہو جاتا ہے۔ یہ صفت بندہ کے ساتھ مخصوص ہے اور پروردگار کی طرف اس میں سے کوئی چیز منسوب نہیں ہو سکتی۔ پس جب وہ محبت کے گھاٹ پر پہنچا تو ''عین الجمع'' کا نظارہ ہونے لگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''وہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اُس سے محبت کرتے ہیں''۔ اور یہ اک مبارک گھاٹی اور مقدّس وادی ہے چاہیے کہ یہاں پہنچ کر کمر ہمت از سرِ نو باندھے اور اس میں ''تفرقہ'' کی جڑ بنیاداُ کھاڑ کر پھینک دے اور جتنی منزلیں اور گھاٹ اس کے علاوہ ہیں سب سے آزاد ہو جائے اور ایسے احرام بند کی طرح لبیک کہے جو محبوب کا محبّ اور مطلوب کا طالب ہے۔

اگر میں قلب کو اس کا گھر اور قیام گاہ نہ بناؤں تو میرا شمار محبت کرنے والوں میں نہ ہوگا اور میرا طواف یہ ہے کہ جو بھید اس کے اندر ہے اسی کے گرد طواف کروں اور جب میں نے رکن کو بوسہ دینے کا ارادہ کیا تو وہی میرا رکن قرار پایا۔

محبت ایک ایسی حالت ہے جو آگ کی طرح جلا کر بھسم کر دیتی ہے اور یکا یک بھڑک اُٹھتی ہے اور اسی طرح غائب بھی ہو جاتی ہے۔

محبت کا عجب معاملہ ہے۔ میری گرویدگی تجھ پر ہے لیکن اُس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔

اس میں آنسو جاری ہوتے ہیں اور حیرت پیدا ہوتی ہے اور اس کا درخت درایت (رہائی) و معرفت ہے ایسا درخت کہ

جس کی جڑیں نیچے پھیلی چلی گئی ہیں اور کثرت سے اس میں پتے ہیں ۔اس کا پھل صاف ستھرا خوبصورت ہوتا ہے اور اس میں کئی مقامات ہیں ۔

(۱) مقامِ تفتیش وطلب میں تحقیق و باریک بینی کا شوق دلانا اور اُس پر آمادہ کرنا ہے اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں فرماتا ہے کہ ''جاؤ اور یوسف کی ٹوہ لگاؤ''۔

(۲) مقامِ فکر اور دھیان سے اُلفت اور ذکر واذکار سے محبت پیدا کرنا ہے۔''بخدا تم تو سدا حضرت یوسف علیہ السلام ہی کی یاد میں لگے رہو گے۔''

(۳) اس کے ذکر کے ساتھ لذت حاصل کرنا۔''اور حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹوں کے پاس سے اُٹھ کر الگ جا بیٹھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو یاد کر کے ہائے یوسف (علیہ السلام) کہنے لگے۔

(۴) وصال کا نمودار ہونا اور ملاقات کا اُمید وار ہونا۔''مجھ کو تو اُمید ہے کہ اللہ میرے سب لڑکوں کو جلد میرے پاس لا موجود کرے گا''۔

(۵) مقامِ راحتِ قرب کی ہوا کا چلنا ہے۔''پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشخبری دینے والا آ پہنچا'' (تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے) کہا''مجھ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی مہک آرہی ہے''۔

(۶) ہیبت دیدار ہے۔''پھر جب عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اسے بڑا جانا'' (اور رُعبِ حسن و جمال سے دہک سی ہوگئیں)۔

(۷) مقامِ شعاعِ جمال سے آنکھوں کا خیرہ ہو جانا ہے''اور سب ان کے آگے سجدے میں گر پڑے''۔

حُب وعشق صرف یہی ہے کہ روتی آنکھوں کے آنسو خشک نہ ہو جائیں اور آدمی گونگا بہرا ہو جائے حتیٰ کہ کسی پکارنے والے کو جواب نہ دے سکے۔

جب میں نے حُب کی شکایت کی تو (یار نے) کہا تو نے (جھوٹ بول کر) مجھے ناحق تکلیف دی ۔میں تیری ہڈیوں میں (اس دعوے کے باوجود) بھرا بھرا گوشت کیوں دیکھ رہی ہوں؟

توحید: یہ قلب کا گیارہواں منہل ہے'' قلب توحید کے گھاٹ پر وروِد کرتا ہے اور توحید ایک طیب وطاہر شراب ہے جو میل کچیل کو صاف کر دیتی اور فضولیات کو دور کر دیتی ہے''۔ہم کو ثابت بن ہروی نے خبر دی ،اُن کو علی بن احمد مؤذن نے ،اُن کو محمد بن الحسن الحسینی بن موسیٰ نے ،اُن کو محمد بن علی طالقانی نے ،اُن کو ابو علی عبدالنعم محمد بن حاتم نے ،اُن کو احمد بن عبد

اللہ نے ،اُن کوحضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بروایت مقاتل بروایت عمرو بن شعیب ،اُنہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ،وہ اپنے جد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ساقِ عرش'' پر ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ'' مکتوب ہے اور ''تَبَارَكَ اسْمُكَ'' جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے اور ''تَعَالىٰ جَدُّكَ'' عرش کے پودے پر تحریر ہے اور ''لَااِلٰـهَ غَيْـرُكَ'' اللہ تقدّس وتعالٰی کی توحید ہے۔پس جس نے اللہ تعالٰی کو ایک جانا اور اُسے ایک کہا اسے اللہ تعالٰی جنت میں داخل کرے گا۔'' توحید سے مراد ہے خلق سے حق تعالٰی کو الگ کرکے ایک سمجھنا اور آثارِ بشری کا محو ہونا اور الوہیت (شانِ خُداوندی، ربانیت) کی تجرید کرنا (صرف تو ہی اللہ ومعبود ہے) اور یہ ثمرہ ہے رسوم وعاداتِ انسانی کے تنگنائے (تنگ رستہ،قبر) سے باہر آکر سرمدی (جاودانی) وابدی (دائمی وجاودانی) میدان کی کشادہ اور پھیلی ہوئی فضاء میں قدم رکھنے کا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ رویتِ غیر ایسی مقصود ہو گویا کہ غیر کا وجود ہی نہیں ہے اور رویت اللہ جو جبار ہے ایسی ہو گویا کہ وہ کبھی زائل نہیں ہوگی۔جیسا کہ اللہ تعالٰی قرآن پاک میں فرماتا ہے'' کہو اللہ نے یہ کتاب اُتاری پھر انہیں چھوڑ دو کہ اپنی بک بک میں پڑے کھیلا کریں''۔اور اسکی حقیقت ہے مُساعَدَت (یاری،مدد) ومعاونتِ الٰہی کو ہمیشہ نگاہ کے سامنے رکھنا۔پس جب حق کی نظر قلب کی طرف ہمیشہ رہیگی تو قلب استعداد قبول کے ساتھ قائم ہو جائے گا پس اگر ایک لمحہ کے لئے بھی اس حالت سے محجوب ہو جائے تو الم فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور مقصد صدق (میں مالک مقتدر) سے جا ملے گا۔

تیری تصویر میری آنکھ میں ہے اور تیرا ذکر میرے منہ میں اور تیری محبت میرے دل میں ہے پھر کیسے تو مجھ سے اُوجھل ہوسکتا ہے؟ نیز توحید کے مختلف درجے ہیں۔

توحید اقراری ہے اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مفہوم ہے'' مجھے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم ہوا ہے کہ لوگ ''لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' (یعنی کوئی اور معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے) کہنے لگیں''۔

توحیدِ علمی ہے چنانچہ خدائے عزوجل کے اس قول میں وہی مقصود ہے'' بس جان لو کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں''۔

توحیدِ وجودی ہے۔اللہ تعالٰی کے اس قول میں اسی سے مراد ہے'' کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ دیکھ رہا ہے'' اور'' جہاں کہیں اور جس حال میں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے''۔

توحیدِ شہودی ہے چنانچہ اللہ تعالٰی کے اس قول میں اسی طرف اشارہ ہے'' خود اللہ نے اس بات کی گواہی دی کہ اس

کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں اور علم والوں نے بھی یہی گواہی دی اور نیز یہ کہ اللہ عدل و انصاف کے ساتھ عالَم کو سنبھالے ہوئے ہے''۔

پس توحیدِ اقراری سننے اور معجزے دیکھنے کا ثمرہ ہے اور اس کا نتیجہ اسلام ہے اور توحیدِ علمی ہدایت کا پھل ہے اور ایمان اس کا نتیجہ ہے اور توحیدِ وجودی اس کی عنایت کا پھل ہے اور احسان اس کا نتیجہ ہے اور توحیدِ شہودی معرفت کا پھل ہے اور محبت اس کا نتیجہ ہے۔

پس موحدِ قائل یعنی جو زبان سے اقرارِ توحید کرتا ہے۔ آگے پیچھے ہوتا ہے مگر سنتا ہے۔ اگر اس کا شبہہ رفع ہو گیا تو بات مان لیتا ہے اور پیروی کرتا ہے اور موحد عالم یعنی جو بذریعۂ علم اقرارِ توحید کرتا ہے، ارادت رکھتا ہے، مرفوع حدیثیں بیان کرتا ہے اور اخباری حدیثوں کی چھان بین کرتا ہے، دوستوں کو آگاہ کرتا ہے اور دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور اگر الحاح (گڑگڑانا) سے کام لیتا ہے تو اندر داخل ہو سکتا ہے اور موحد واجد اندر داخل ہونے والا۔ وجد و عشق میں گرفتار اور اپنے حبیب سے مل جانے والا ہوتا ہے اور اس نے بھید کی محافظت کی تو ضرور اپنے محبوبِ حقیقی سے قریب و واصل ہوا۔ پھر موحدِ مشاہد ہے جو نظامِ تربیت اور طریقہ کے مسلک میں داخل ہونے کے لئے تیزی سے آیا اور وصل اور اتحاد کے پانی میں غرق ہو گیا۔ اس پر تحیہ و سلام ہوا اس نے ارادہ کیا پس گرفتارِ محبت ہو گیا اور وجود میں تھا مگر اب خوب کھل کر ظاہر ہوا۔ حق جا رہا تھا اُس نے پکڑ کر اپنے سے چپٹا لیا۔ حدیثِ قدسی میں ہے ''میرے دوست میرے دامن تلے ہیں میرے سوا انہیں کوئی نہیں پہچانتا''۔ اگر میرے قدرت کے نفوذ نے اس کو شدت و سختی میں ڈالا تو میری عزت و رفعت نے اُسے جذب کر لیا اور اگر میری قدر کی وارد و جاری ہونے نے اُسے صدمہ پہنچایا تو اُس کی تلخی نے بشری صفت ہونے پر فخر کیا۔ حدیثِ قدسی ہے ''میں بیمار پڑا تم میری عیادت کو نہ آئے''۔ اور اگر کسی لڑائی نے اُسے دکھ دیا تو پروردگار خود اس کا قائم مقام بن گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے پیغمبر تم نے مٹھی بھر خاک نہیں پھینکی جس وقت کہ پھینکی مگر اللہ نے پھینکی''۔ اور اگر کسی نے اُسے ایذا دی تو اللہ بس اُس کی طرف سے کافی ہو گیا۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ ''جس نے میرے کسی دوست کو ایذا دی اس نے گویا مجھ سے لڑائی کے لئے مبارزت (لڑائی و جنگ، لڑائی کے لئے صف سے باہر آنا) طلب کی''۔ پس یہ بندہ ہے جو عشق میں مبتلا ہوا اور جل بُھن گیا اور صاف کیا گیا تو نکھر گیا اور علوم اُس کی تعریف میں عاجز ہیں اور وہ ایسا فنا ہوا کہ اُس کے پیچھے جتنی علامتیں اور نشانیاں ہو سکتی تھی سب مٹ گئیں۔

انوار جب یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے ہیں تو چمکنے لگتے ہیں۔ جو شئے پوشیدہ ہے اُسے ظاہر کر دیتے ہیں اور سب کی

خبر دیتے ہیں۔

اگر اس شخص سے اس کا حال پوچھو گے تو وہ چپ رہیگا اور جاہل گمان کرو گے کہ وہ مبہوت (حیران، ہکّا بکّا) ہوگیا ہے مگر حقیقت حال یہ ہے کہ تعظیم واحترام نے اُسے خاموش کردیا ہے اور فنائے تام (شام وتاریکی، گھبراہٹ) نے اُسے چپ کردیا ہے۔

اگر میں تمہاری محبت سے انکار کروں تو بُرا مت ماننا کیونکہ یہ انکار ایک پردہ ہے جو تمہارے اُوپر ڈال دیا گیا ہے۔

خاتمہ

بعض پسندیدہ خصائل: میں اس رسالہ کو بعض پسندیدہ خصائل بیان کر کے ختم کرتا ہوں۔ چاہیے کہ حق تعالیٰ تیری اوّل فکر ہو اور وہی آخر فکر ہو اور وہی تیرے ذکر کا باطن اور وہی تیرے ذکر کا ظاہر ہو۔ تیری عقل کی آنکھ میں اس کے طرف نظر رکھنے کا سرمہ لگا رہے اور تیرے قلب کا قصد و پختہ ارادہ اُسی کے حضور میں ادب سے کھڑے رہنے کا رہے۔ ملکوتِ اعلیٰ اور جو کچھ اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ان کی طرف تو سفر کرتا رہے۔ اگر تو اُس سے نیچے کی مقرکی طرف اُفق سے اُترے تو بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف نظر رکھ کہ اس کی کیا کیا نشانیاں ہیں؟ کیونکہ وہی اپنی تمام عزت و رفعت کے ساتھ باطن ہے اور اپنی تمام حکمت کے ساتھ ظاہر ہے اور اس کی ہویت کا غلبہ اس کے بندوں پر تجلی فرماتا رہتا ہے۔

ہر شئے میں اس کی کوئی نہ کوئی نشانی ایسی موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اُس کی ذات واحد ہے اور بس ایک ہے۔ پس جب تجھ پر حالت طاری ہو اور یہ فضیلت تجھ پر طاری غلبہ کرے تو ملکوتی نفوس تیرے نفس پر پرت پرت کی طرح جم جائینگے اور تیرے آئینۂ قلب پر قُدسِ لاہوتی اپنی چمک ڈالیگا اور اعلیٰ سے اعلیٰ حلاوت (مٹھاس، راحت) تجھے نصیب ہوگی اور تو بہت بڑا مزہ چکھے گا اور جو شئے تیرے لئے سب سے اعلیٰ اور بہتر ہے۔ وہ تو اپنی ذات کے لئے حاصل کریگا اور اُس عالمِ قریب پر تجھے آگاہی ہوئے اور جو کچھ اس میں بلندتر اور بزرگ تر ہے اس طرف تو مائل ہوا۔ اس طور پر کہ اہلِ دنیا کا مزاحِم راہ ہوتا ہوا اور حقیقتِ دنیا سے اُن کی ناواقفیت پر انہیں حقیر جانتا ہوا دنیا کے بار کو اُٹھانیکا مستحق مگر دنیاوی عقل کو حقیر جانتا ہوا اور اس میں مبتلا نہیں بلکہ اس سے صرف کنارے کنارے لگے ہوا اور تو نے اپنے نفس پر غور کیا تو اسے ایسا پایا کہ وہ خود اپنے لئے ایک حجت ہے اور اس کی خوبی میں یہی ایک حسن ہے۔ پس نفس اور اہلِ علم ادنیٰ پر تو نے تعجب کیا اور انہیں پسندیدگی سے دیکھا۔ اہلِ عالم بھی ایسے شخص پر تعجب کرتے ہونگے درانحالیکہ نفس کو اُس نے خیرباد کہہ دی تھی۔ مگر درحقیقت وہ اُس کے ساتھ بھی تھا اور نہیں بھی تھا اور جان لے کہ تیرے چل پھر کر کرنے کے کاموں میں سب سے افضل اور تیرے بیٹھ کر کرنے کے کاموں میں سب سے زیادہ مستحسن نماز وروزہ ہے اور جس نیکی کی بازگشت سب سے زیادہ ہے۔ وہ خیرخیرات ہے اور اس راہ میں سب سے اعلیٰ اور خیر کی چال دوسروں کا بوجھ اُٹھانا ہے اور سب سے

زیادہ باطل چال نمائش ہے اور اعمال میں بہتر عمل وہ ہے جو خلوصِ نیت سے ہو اور اچھی نیت وہ ہے جو بارگاہِ علم و حلم سے نمودار ہو اور جان لے کہ حکمت و دانائی تمام فضیلتوں اور بزرگیوں کا سرچشمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سب سے پہلے جاننے کی باتوں میں مقدم تر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اسی کی طرف ستھرا اور پاکیزہ کلام (باقتضاءِ ذاتی) عروج کرتا ہے اور اُس کی جناب میں پیش ہوتا ہے اور نیک کام (اسے سہارا دیکر) اُبھارتے ہیں۔

میں یہ کہتا ہوں اور خدائے عذر پذیر سے اپنے لئے تمہارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس کی رحمت کو نظر میں رکھ کر طلبِ مغفرت و عفو کرتا ہوں۔ وہی بخشنے والا اور وہی رحم فرمانے والا ہے۔

هذا آخر ما رقمه قلم

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان

۱۱، جمادی الآخر، ۱۳۹۵ھ

☆...... ☆...... ☆